

حجیت حدیث اور اہل حدیث؛

انجینئر محمد علی مرزا صاحب کے اعتراضات کا جائزہ!

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

ان الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده، اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (سورہ نجم: 3-4)

کچھ لوگ اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ حدیث کو ماننے میں انتہا پسند ہیں اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اہل حدیث نے حدیث کی تو بہت خدمت کی ہے لیکن حدیث کی خدمت کی آڑ میں قرآن کریم کی توہین کر گئے ہیں۔ معاذ اللہ۔ میں قرآن کی کچھ آیات اور احادیث کے ساتھ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے اقوال پیش کروں گا کہ انہوں نے ان آیات و احادیث سے وہی فہم لیا ہے جو اہل حدیث نے لیا ہے؟ اور میں یہ بتاؤں گا کہ اہل حدیث احادیث رسول ﷺ اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، الحمد للہ!

حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر حدیث کو ماننے کا حکم دیا ہے۔

①: ﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

(سورہ نحل: 44)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کر دیں کہ ہم نے ان کی طرف کیا نازل کیا ہے تاکہ وہ قرآن حکیم میں غور و فکر کر سکیں۔

یہ نبی کریم ﷺ کا فرض منصبی تھا اور ہم قرآن و سنت سے استنباط اس وقت کر سکیں گے جب نبی ﷺ کی بتائی ہوئی شرح، Guide ساتھ میں موجود ہوگی۔

جب ایک شخص خود کہے کہ میں نے کچھ باتیں مجمل کہی ہیں اور ان کی تفسیر میری فلاں کتاب میں موجود ہے تو کوئی کہے کہ ہمیں اس شرح کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم تو اس بات کو خود بخود سمجھ لیں گے، تو بھائی! اس کو کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں نے شرح بھی کر دی ہے اس کو بھی مد نظر رکھنا؟ ظاہر ہے کہ وہ شرح بھی مد نظر رکھنی تھی تو اسی لیے وہ یہ بات کہہ رہا ہے۔

اس حوالے سے امام شافعی رحمہ اللہ (جماع العلم: 1/55) فرماتے ہیں:

فالفرض علی خلقه ان یکونوا عالمین بانه لا یقول فیما انزل الله علیہ الا بما انزل علیہ، وانه لا یخالف کتاب الله، وانه بین عن الله عز و علا معنی ما اراد الله.

مفہوم: مخلوق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کو سمجھیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کی وہ شرح بتاتے ہیں جو اللہ نے ہی نازل کی ہو، وحی الہی قرآن اس کی شرح بھی نبی ﷺ اللہ کی وحی سے ہی کرتے ہیں، یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی وضاحت اپنی طرف سے کر دیں بلکہ جو قرآن نازل ہوا ہے اس کی شرح بھی اللہ ہی کی طرف سے نبی ﷺ پر نازل کی گئی ہے، قرآن کریم کی شرح حدیث کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہے اور حدیث قرآن کریم کے رموز کو کھول کر بیان کرتی ہے، اس کی تشریح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے۔

قرآن کریم کی شرح نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے اور حدیث رسول ﷺ قرآن کریم کا معنی و مفہوم بتاتی ہے، اگر قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث کو ضروری قرار نہ دیا جائے تو پھر قرآن مجید کو سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

②: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (سورہ نجم: 3-4)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ جو بھی بولتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ کی شرح میں حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ (السنہ لمحمد بن نصر مروزی 1/32) فرماتے ہیں:

كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ وَيُعَلِّمُهُ
إِيَّاهَا كَمَا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ۔

مفہوم: جس طرح قرآن کریم لیکر جبریل علیہ السلام وحی لیکر نازل ہوتے تھے اور اللہ کی چرف سے دی ہوئی امانت اللہ کے نبی کے سپرد کیا کرتے تھے، بالکل اسی طرح حدیث بھی نبی کریم ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام ہی لے کر نازل ہوتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی شرح نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے اور حدیث قرآن کریم کی آیات کا معنی و مفہوم متعین کرتی ہے، قرآن بھی وحی ہے حدیث بھی وحی ہے، قرآن بھی اللہ کی طرف سے ہے حدیث بھی اللہ کی طرف سے ہے، قرآن کی شرح حدیث کے ذریعے ضروری ہے اور وہ شرح حدیث ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (الرسالہ: 1/173) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحْكَامَ اللَّهِ تَمَّ أَحْكَامَ رَسُولِهِ لَا تَخْتَلَفُ، وَأَنَّهُ تَجَرَىٰ عَلَىٰ مِثَالِ وَاحِدٍ۔

مفہوم: اللہ کے احکام جو قرآن میں موجود ہیں اور نبی کریم ﷺ کے احکام جو حدیث میں موجود ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں، وہ ایک ہی راستے پر چلتے ہیں، ایک ہی منبج ہے ان کا، کوئی فرق نہیں ہے۔

③: ﴿إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (سورہ احقاف: 9)

مفہوم: میں صرف اپنی طرف نازل ہونے والی وحی کی پیروی کرتا ہوں، میں جو کچھ زبان سے کہتا ہوں، جو کچھ افعال کرتا ہوں اور جو میں دیکھ کر خاموش رہتا ہوں یہ صرف اور صرف وحی الہی کی اتباع میں کرتا ہوں۔

آپ کی نماز کا طریقہ، حج، روزے ہر وہ چیز جو دین کے متعلق تھی وہ ساری وحی الہی کی اتباع میں تھی، جس طرح قرآن وحی ہے اسے طرح آپ کے افعال و اقوال سب اللہ کی وحی ہیں۔

﴿۴﴾: ﴿وَإِذْ كُنَّا نَمُوتُ فَنُحْيِيهِمْ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾

(سورہ احزاب: 34)

ترجمہ: اے ازواجِ نبی! ان آیات و حکمت کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔

اس کی شرح میں امام قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

الْحِكْمَةُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہاں حکمت سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (الرسالہ: 1/78) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ الْكِتَابَ وَهُوَ الْقُرْآنُ، وَذَكَرَ الْحِكْمَةَ، فَسَبَّغْتُ مَنْ أَرَضَى مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْقُرْآنِ يَقُولُ: الْحِكْمَةُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مفہوم: میں نے جتنے بھی بہترین لوگ دیکھیں ہی جو قرآن مجید کی شرح جانتے تھے (امام شافعی کے اساتذہ، محدثین اور

علمائے امت) ان سب کو یہی کہتے سنا کہ قرآن مجید میں اس آیت سے مراد حکمت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

محدثین کے ہاں سنت اور حدیث ایک ہی معنی میں استعمال ہوتی ہے، بعض گمراہ لوگوں نے اس میں فرق کرنے کی کوشش

کی ہے لیکن محدثین میں سے کسی نے بھی کوئی ایسا فرق نہیں کیا۔ جس طرح قرآن کو یاد رکھنا ہے اسی طرح قرآن نے کہا

ہے کہ حکمت (سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی یاد رکھنا ہے، اور اس کی پیروی کرنی ہے۔

﴿۵﴾: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورہ حجر: 9)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

بعض لوگ اس آیت کی وجہ سے شبہ میں پڑ گئے ہیں کہ قرآن کریم تو محفوظ ہے لیکن حدیث محفوظ نہیں ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم کیوں محفوظ ہے، جو اب اس آیت کو بطور دلیل پیش کی جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی ہے یہاں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے "الذکر" کا بیان کیا ہے کہ ہم نے "الذکر" نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور علمائے امت کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن و حدیث ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (الاحکام 98/1) فرماتے ہیں:

فصح بذلك أن كلامه صلى الله عليه وسلم كله محفوظ بحفظ الله عز وجل مضمون لنا أنه لا يضيع منه شيء إذا ما حفظ الله تعالى فهو باليقين لا سبيل إلى أن يضيع منه شيء فهو منقول إلينا كله فله الحجة علينا أبداً وقال تعالى

مفہوم: اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ساری کی ساری کلام (احادیث) اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اکیلا قرآن کریم محفوظ نہیں ہے، قرآن کریم کی شرح، تفسیر، تبیین جو کہ نبی کریم ﷺ نے احادیث کے ذریعے بیان فرمائی ہے وہ بھی قرآن کی طرح کی طرح محفوظ ہے۔ اللہ نے ہمیں اس بات کی گارنٹی دے دی کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث بھی ضائع نہیں ہوگی۔ اور احادیث رسول ﷺ مکمل طور پر ہم تک منقول ہے کوئی حیث بھی ضائع نہیں ہوئی

اس آیت میں "الذکر" سے مراد قرآن بھی ہے اور اس کا بیان بھی ہے، قرآن و حدیث دین ہیں اور دین مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں لیا ہے۔

﴿٦﴾ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ

وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿سورة نساء: 59﴾

مفہوم: اگر تمہارا کسی معاملے میں کوئی اختلاف ہو جائے تو تم نے اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول سے ہی کروانا ہے اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

جلیل القدر تابعی میمون بن مہران رحمہ اللہ (تفسیر طبری 7/187) فرماتے ہیں:

الرَّدُّ إِلَى اللَّهِ، الرَّدُّ إِلَى كِتَابِهِ وَالرَّدُّ إِلَى رَسُولِهِ إِنْ كَانَ حَيًّا فَإِنْ قَبِضَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ فَالرَّدُّ إِلَى السُّنَّةِ. مفہوم: اللہ کی طرف فیصلہ لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کی طرف لوٹانا اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خود حاضر ہونا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو آپ کے بعد آپ کی طرف فیصلے لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف لوٹایا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (الرسالہ: 1/546) فرماتے ہیں:

لا تخالف سنة لرسول الله كتاب الله بحال.

ترجمہ: حدیث کسی بھی صورت میں اللہ کی کتاب کے متعارض نہیں ہو سکتی۔

ایسا نہیں ہو سکتا کہ قرآن سے فیصلہ لیا جائے تو کوئی اور فیصلہ آئے اور جب حدیث سے فیصلہ لیا جائے تو کچھ اور آئے! ایسا کہنے والے گمراہ لوگ ہیں، انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

⑥: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (سورۃ نساء: 80)

ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی اس نے ہی حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جس نے حدیث پر عمل کیا حقیقت میں اس نے قرآن پر عمل کیا، اس نے اللہ کی بات مانی ہے، قرآن بھی اللہ کی وحی ہے اور حدیث بھی اللہ کی ہی وحی ہے۔
اس آیت کی شرح میں امام ابن حزم رحمہ اللہ (الاحکام 1/121) فرماتے ہیں:

فَصَحَّ أَنَّ كَلَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُ فِي الدِّينِ وَحَى مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لَا شَكَّ فِي ذَلِكَ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ اللُّغَةِ.

مفہوم: اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نبی ﷺ کا ہر فرمان، آپ کی ہر حدیث اسلام میں اللہ کی طرف سے وحی ہے، اور آج تک کسی بھی عالم، لغت کے ماہر نے یہ اختلاف نہیں کیا کہ آپ کی تمام احادیث بھی اللہ کی وحی ہیں، ان کو ماننا قرآن کو ماننا ہے۔

حجیت حدیث فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں!

1: سیدنا مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (سنن ابی داؤد: 4603 وسندہ صحیح) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ.

مفہوم: خبردار! میں بڑی تاکید سے یہ بات کہ رہا ہوں کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کی طرح کی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ (حدیث)

اب جو کوئی یہ کہے کہ قرآن تو محفوظ ہے لیکن آپ ﷺ کی حدیث محفوظ نہیں ہے تو وہ بد بخت آپ ﷺ کے اس فرمان کی تکذیب کر رہا ہے۔ قرآن بھی محفوظ ہے اور حدیث بھی محفوظ ہے کیونکہ یہ دونوں اللہ کی وحی ہیں۔

2: سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (مسند احمد: 22215 وسندہ صحیح) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي أَقُولُ مَا أَقُولُ.

ترجمہ: میں وہی بات کہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ سے کہلوائی جاتی ہے۔

ہر حدیث اللہ کی طرف سے ہی کہلوائی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے۔

ان دونوں نص قطعیہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن وحی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث بھی وحی ہے، جس طرح قرآن محفوظ ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث بھی محفوظ ہے اور آپ دین کے معاملے میں جو بھی فرماتے تھے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا تھا۔

قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی شرح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

مثال نمبر 1: قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورہ نساء: 24)

مفہوم: اس سے پچھلی آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرام رشتے بیان کیئے اور اس آیت میں فرمایا کہ حرام رشتوں کے علاوہ جتنے بھی تمہارے رشتے ہیں حلال کر دئے گئے ہیں۔

اب جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت ہے یہ صراحتاً توہین ہے وہ حضرات ہمیں بتائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو رشتے حرام بیان کئے ہیں ان میں ایک ہی ڈبل رشتہ بیان کیا ہے کہ وہ حرام ہے (دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا) تو خالہ، پھوپھی، بھانجھی یہ رشتے مسلمانوں کے ہاں اجماعی اور اتفاقی طور پر حرام ہیں اور حرمت کی وجہ بھی حدیث رسول ﷺ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (صحیح بخاری: 5109، صحیح مسلم 1408) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.

مفہوم: جس طرح ایک عورت کو اس کی بہن کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا ایک وقت میں اسی طرح خالہ کو بھانجھی کے ساتھ اور پھوپھی کو بھتیجی کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا۔

اب کوئی شخص کہے کہ قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو اس کے بقول پھوپھی اور بھتیجی کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا جائز ہوگا، معاذ اللہ۔۔۔ کیونکہ اس کے بقول تو قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں، اور اس کی یہ رائے صریحا کفر تک پہنچ سکتی ہے۔

تو پھر جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک آیت کو سمجھنا دوسری آیت پہ موقوف ہے یہ توہین نہیں؟ اگر کوئی کہے کہ قرآن کی آیت کو سمجھنا حدیث پہ موقوف ہے تو یہ توہین کیسے ہوئی؟

مثال نمبر 2: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (سورہ انعام: 103)

مفہوم: آنکھیں اللہ کا احاطہ وادراک نہیں کر سکتیں، اللہ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اب کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کے ذہن میں یہ بات سماگئی کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، جیسے معتزلہ اور محدثین نے ان گمراہ فرقوں کا بڑا جامع رد کیا ہے۔

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (صحیح بخاری: 554، صحیح مسلم: 633) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ.

مفہوم: قیامت کے دن تم ضرور اپنے رب کو دیکھو گے بلکل اسی طرح جیسے تم چاند دیکھ رہے ہو، کوئی تنگی و تکلیف کے بغیر آرام سے اللہ کو دیکھ لو گے۔

لیکن جن لوگوں نے کہا کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث ضروری نہیں ہے اور حدیث قرآن کا مفہوم بیان نہیں کر سکتی بلکہ قرآن تو خود ہی اپنا مفہوم بیان کرتا ہے اور کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن تو عقیدے کی کتاب ہے اس کو سمجھنے کے لیے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں، قرآن مجید ہی کافی ہے۔

ہم ایسے لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ کی رویت یہ مسئلہ عقیدے کا ہے یا نہیں؟ عقیدے کی کتابوں میں اس مسئلے کے بارے میں چیپٹر قائم کر کہ محدثین نے اس کو بیان کیا ہے، بعض محدثین نے تو اس پہ اسپیشل کتابیں لکھی ہیں۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ صرف قرآن کو پڑھ کر عقیدے کا مسئلہ سمجھنا ممکن ہے۔

قرن اور حدیث کو ایک دوسرے کے خلاف کہنا کیسا ہے؟

امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصہبانی رحمہ اللہ (الحجۃ فی بیان الحجۃ: 2/435) فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ مَنْ قَالَ: يُعَرِّضُ السُّنَّةُ عَلَى الْقُرْآنِ فَإِنْ وَافَقَتْ ظَاهِرَهُ، وَإِلَّا اسْتَعْبَدْنَا ظَاهِرَ الْقُرْآنِ، وَتَرَكْنَا الْحَدِيثَ، فَهَذَا جَهْلٌ.

مفہوم: جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے، قرآن کو فیصلہ کن مانا جائے گا حدیث کو نہیں، جو حدیث قرآن کے ظاہر کے مطابق ہو اس کو قبول کر لیا جائے ورنہ قرآن کو مانا جائے اور حدیث کو چھوڑ دیا جائے، یہ جہالت ہے۔

انجینئر محمد علی مرزا صاحب کے اعتراضات کا جائزہ!

مرزا محمد علی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: حجیتِ حدیث کے حوالے سے تاریخ کا گمراہ کن پہلو یہ ہے کہ اہل حدیث حدیث کو ماننے میں حد سے گزر گئے، اہل قرآن اور اہل حدیث دو انتہائیں ہیں، بنیادی طور پہ طور انتہائیں نہیں تھیں لیکن اس وقت بن چکی ہیں، اہل حدیث کے علماء سے بعض معاملات میں غلو ہو گیا، حجیتِ حدیث کی آڑ میں انہوں نے قرآن حکیم کی توہین بھی کی۔

کہتے ہیں کہ علمائے اہل حدیث نے حجیت حدیث کی آڑ میں قرآن کریم کی توہین کی ہے اور علمائے اہل حدیث سے ان کی

مراد امام ابن سیرین رحمہ اللہ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

انجینئر صاحب! جو الزام آپ نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ پر آپ نے لگایا دراصل جو بات انہوں نے کی ہی نہیں تھی وہی بات علمائے امت نے کہی ہے، یہ قول امام مکحول رحمہ اللہ اور امام یحییٰ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ سے ثابت ہے، ائمہ نے اس قول کو بغیر طعن کے حدیث کی حجیت ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے، آج تک امت کے کسی ایک عالم نے بھی اس قول کو قرآن کی توہین نہیں کہا، کیا آپ کو ہی یہ پتہ چلنا تھا کہ یہ قول توہین قرآن ہے۔؟

اس قول کا اصل مطلب یہ تھا کہ جیسے قرآن کی آیت ہے:

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (سورہ محمد: 7)

ترجمہ: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری بھی مدد کرے گا۔

اب کوئی کہے کہ یہ آیت تو اللہ کی توہین کرتی ہے، اللہ کی مدد کون کر سکتا ہے، اللہ تو بے نیاز ہے؟ تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ اس آیت میں ایک لفظ حذف ہے اصل عبارت یوں تھی **إِنْ تَنْصُرُوا دِينَ اللَّهِ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ** اللہ کی مدد سے مراد یہاں اللہ کے دین کی مدد ہے، اسی طرح اس قول میں قرآن سنت کا محتاج ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کو سمجھنا سنت کا محتاج ہے۔ خود انجینئر صاحب بھی کہتے ہیں کہ قرآن سنت کا محتاج نہیں، مسلمان محتاج ہیں، یہی تو بات اصل میں محدثین نے بھی کہی۔

اب کوئی کہے کہ نہر چل رہی ہے، نہر چلتی ہے کیا؟ نہر کا پانی چلتا ہے، بالکل اسی طرح اس قول کا مطلب بھی یہی تھا کہ قرآن سنت کا محتاج ہے یعنی قرآن کا فہم سنت کا محتاج ہے۔ لیکن یہ بات مرزا صاحب کو سمجھ نہیں آئی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ قرآن کی دو آیات متعارض ہیں جبکہ ان آیات میں تعارض نہیں ہوتا وہ سمجھنے والے کے دماغ میں تعارض ہوتا ہے قرآن میں تو کوئی تعارض نہیں ہوتا بالکل اسی طرح قرآن کریم کا فہم سنت کا محتاج ہے۔

پھر مرزا صاحب اسی ویڈیو میں کہتے ہیں کہ:

اگر سنت سے مراد عملی تواتر اور اجماع امت لیا جائے تو پھر اس کی گنجائش نکلتی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ کہنا درست ہے کہ قرآن اجماع اور تواتر عملی کا محتاج ہے۔ سبحان اللہ! کیا یہ گستاخی نہیں ہے؟

قرآن کو امتیوں کے عمل و امتیوں کے اتفاق کا محتاج کہنا جائز ہے، انجینئر صاحب کے نزدیک، لیکن قرآن کو نبی ﷺ کی صحیح حدیث کا محتاج کہنا ان کے نزدیک توہین ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

انجینئر صاحب اسی ویڈیو میں کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں نماز کا طریقہ نہیں ہے وہ قرآن کی توہین کرتے ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ صحابی رسول سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فٹ ہو گیا۔ نعوذ باللہ!

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثقات 7/248) میں حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

ہم سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ایک شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں قرآن کریم سے کوئی بات بتائیں، تو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں تمہیں صرف قرآن سے ہی مسئلہ بتاؤں؟ تم نے پڑھا ہے نا کہ اللہ نے نماز پڑھنے کا حکم، زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، کیا نماز کے وقت کا تمہیں پتہ ہے؟ نماز کے طریقے کا پتہ ہے؟ رکوع و سجود کا علم ہے؟ قرآن میں کہاں لکھا ہے؟

انجینئر صاحب! آپ کا یہ فتویٰ کہ یہ کہنا کہ قرآن میں نماز کا طریقہ نہیں ہے قرآن کی توہین ہے صحابی رسول سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فٹ ہو گیا۔ نعوذ باللہ!

امام ابن سیرین رحمہ اللہ پر جھوٹا الزام :

انجینئر محمد علی مرزا صاحب نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرف اپنی ہی طرف سے ایک قول منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام ابن سیرین کا یہ قول بہت ہی مشہور ہے، اللہ کرے اس کی سند ضعیف ہو اور اگر صحیح ہوئی تو یہ ابن سیرین کے لیے بڑی آزمائش ہے اور وہ قول یہ ہے کہ قرآن سنت کا محتاج ہوتا ہے، اور یہ توہین ہے۔

مرزا صاحب اسی بیان میں کہتے ہیں کہ اہل حدیث علما کو میں نے دیکھا ہے جھوٹی روایتیں بیان کر کے چلے جاتے ہیں اور بڑے بڑے مبلغین بنے ہوئے ہیں، ہم تو انٹر نیشنل نمبر بتاتے ہیں تاکہ جا کر چیک کر لیں۔

میری انجینئر صاحب سے التماس ہے کہ اللہ کے لیے! انٹرنیشنل نمبر بتانا تو دور کی بات ہے آپ نے یہ جو قول امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے ذمے لگایا ہے ہمیں اس کی کوئی لوکل نمبرنگ ہی بتادیں، کسی ایک کتاب کا حوالہ بتادیں، کس محدث نے امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرف منسوب ذکر کیا اور کس کتاب میں ذکر کیا؟ آپ کو قیامت تک کے لیے مہلت ہے اور دعوتِ فکر ہے، اللہ کے لیے آپ راہ ہدایت پہ آجائیں، ہم آپ کی ہدایت کے متمنی ہیں۔

اللہ جانتا ہے کہ امام ابن سیرین سے یہ قول مروی ہی نہیں ہے، انہوں نے یہ قول نہ ہی فرمایا ہے اور نہ ہی یہ کسی ضعیف سند سے منقول ہے بلکہ کسی امام نے بھی اس قول کو کسی کتاب میں ذکر تک نہیں کیا، اور مرزا صاحب کی علمائے اہل حدیث پر کئی ہوئی طعن کہ وہ حوالہ نہیں بتاتے، ڈنڈی مارتے ہیں۔۔ ان کے یہ الفاظ اپنے اوپر ہی صادر آگئے۔

س قول کے کو حجتِ حدیث ثابت کرنے کے لیے درج ذیل نمہ نے نقل کیا ہے :

- 1: امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ نے (السنہ: 1/33) میں ذکر کیا ہے۔
- 2: امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے (شرح مذاہب اہل السنہ) میں اس قول کو ذکر کیا ہے۔
- 3: امام ابن بٹہ رحمہ اللہ نے (الابانہ) میں اس قول کو ذکر کیا ہے۔
- 4: امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے (الکفایہ فی علم الروایہ) میں یہ قول نقل کیا ہے۔
- 5: امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے (جامع بیان العلم وفضلہ) میں اس قول کو نقل کیا ہے۔
- 6: امام قرطبی رحمہ اللہ نے (تفسیر قرطبی) میں یہ قول ذکر کیا ہے۔